ان کی آمد سے پہلے اور واپسی کے بعد

سید محمد معاویہ بخاری

ہمارے ہاں امن وامان کی صورت حال اتنی غیر یقینی کیوں رہتی ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو آج ہر پاکستانی کی زبان پر ہے۔ لوگ حقیقت جاننا چاہتے ہیں کہ آخر اس ملک کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ اور کیوں ہورہا ہے؟ کیا تماشہ ہے کہ چند روز پہلے حکومتی زعما اعلان کرتے ہیں سوات، باجوڑ، مہمند ایجنسی خیبر ایجنسی جنوبی وشمالی وزیرستان سمیت تمام قبائلی علاقوں، میں امن قائم کرنے کے معاہدے طے پاگئے ہیں۔ لہٰذا آنے والے دنوں میں حالات مزید بہتر ہوجائیں گے، لیکن پھر اچانک مشیر داخلہ، وزیراعظم یا ایوان صدر کی جانب سے داغا گیا ایک بیان پر سکون پانیوں میں ارتعاش پیدا کردیتا ہے کہ دہشت گردوں سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کیے جائینگے۔ دہشت گردی کو پوری قوت سے کچل دیا جائے گا۔ شدت پسندوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ حکومت طالبان سے امن مذاکرات نہیں کررہی بلکہ صرف پُرامن قبائلوں سے بات چیت ہورہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ مندرجہ بالا بیانات کی حدت کچھ دنوں برقرار رہتی ہے اور پھر ان میں بتدریج تبدیلی شروع ہوجاتی ہے اور اس قسم کی خبریں تسلسل سے آنے لگتی ہیں کہ طالبان سے مذاکرات کامیاب ہوگئے، سوات میں شریعت کے نفاذ کا معاہدہ طے پاگیا، امن جرگہ سے کامیاب مذاکرات کے بعد طالبان نے پرامن رہنے کی حامی بھر لی وغیرہ وغیرہ۔...... اتار چڑھاؤ کی پالیسی پر مبنی بیانات کا پس منظر جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ان کا بغور جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ صرف ایک ماہ کے اخبارات اٹھا کر ایسے تمام بیانات کو ایک ترتیب سے رکھا گیا تو جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ تھا کہ قبائلی علاقوں میں قائم ہوتے اور ٹوٹتے امن معاہدوں کے حوالہ سے جتنے بیانات دیئے گئے وہ حکومت کی لاچاری، بے بسی کے عکاس ہیں، ان میں سے کچھ بیانات امریکی عہدیداروں کی پاکستان آمد سے پہلے کے ہیں اور کچھ بعد کے۔ مثال کے طور پر ۲۳ جون تک کسی امریکی عہدیدار کی آمد متوقع نہیں تھی چنانچہ اخبارات میں شائع ہونے والی ایک خبر میں بتایا گیا کہ ''وفاقی حکومت نے سوات سے فوج کی واپسی کا عندیہ دے دیا ہے جس کی منظوری کور کمانڈرز کے آئندہ اجلاس میں دی جائیگی، جبکہ پاک فوج کی واپسی کے حوالے سے باقاعدہ اعلان وزیراعظم کریں گے۔ (نوائے وقت ۲۳ / جون)

اسی روز ایک اور خبر بھی شائع ہوئی جس میں قبائلی علاقوں کے حوالہ سے شائع ہونے والی خبر اور حکومتی پالیسی کی وضاحت شامل تھی۔ سرحد حکومت نے سوات میں مقامی طالبان کے ساتھ امن معاہدہ گزشتہ ماہ کیا تھا اور امن معاہدے کی روشنی میں سوات سے پاک فوج کی واپسی کی جائیگی۔ ذرائع نے بتایا کہ وزیراعظم کے مشیر رحمٰن ملک نے چند روز قبل اخبارات میں شائع ہونے والی خبر جو امن معاہدے ختم کرنے کے متعلق تھی۔ پر صوبائی حکومت کو یقین دہانی کرائی کہ یہ خبر ان کی طرف سے جاری نہیں کی گئی تھی اور

یہ بے بنیاد ہے اورانہوں نے اپنی طرف سے مذکورہ خبر پر معذرت بھی کی (نوائے وقت ۲۳؍جون ۲۰۰۸ء)

مندرجہ بالا خبر کے مطابق صوبائی حکومت قبائلی علاقوں میں طالبان قیادت سے جو امن مذاکرات کر رہی تھی وفاقی حکومت بھی اس کی تائید کنندہ تھی اور معاہدے ختم کرنے کی خبروں کی وفاقی مشیر داخلہ نے خود تردید بھی کی تھی۔ تاہم یہ صورت حال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ۲۶؍جون کے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی کہ امریکی ارکان کانگریس اور نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیا ''رچرڈ باؤچر'' پر مشتمل وفد ۴ روزہ دورہ پر ۳۰؍جون کو پاکستان آئے گا۔ صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف اور سیاسی رہنماؤں سے ان کی ملاقاتیں ہوں گی اور اسی تاریخ کو رچرڈ باؤچر کے حوالہ سے یہ خبر بھی موجود تھی کہ وزیر اعظم گیلانی نے انہیں قبائلیوں کے ساتھ بات چیت پر نظر ثانی کی یقین دہانی کرائی ہے۔ (نوائے وقت ۲۶ جون ۲۰۰۸ء)

امریکی کانگریس کے ارکان اور نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر کا دورۂ پاکستان حسب دستور خیر سگالی کے جذبات کے تبادلہ کیلئے تھا اور خیر سگالی کا سب سے بڑا ثبوت یہ کہ امریکی وفد کے دورۂ پاکستان سے قبل ہی اس کے انتظامات شروع ہو گئے تھے پاک امریکہ تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کیلئے ترجیحی بنیادوں پر جو اقدامات کیے گئے ان میں سب سے اہم اور پہلا قدم اٹھایا گیا۔ وہ ایک بھرپور میڈیا مہم تھی، خبروں، تجزیوں، تبصروں اور مذاکروں پر مشتمل خصوصی پروگراموں میں یہ کہہ کر سراسیمگی پھیلائی گئی کہ طالبان قبائلی علاقوں میں تسلط کے بعد شہروں کا رخ کرنے لگے ہیں اور اگلے چند روز میں (یعنی امریکی وفد کی آمد سے قبل) پشاور شہر پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں، چنانچہ اخبارات میں امن معاہدوں کے حوالہ سے شائع ہونے والی خبریں بتدریج تبدیل ہونے لگیں اور وزارت داخلہ کی جانب سے تمام قبائلی علاقوں میں طالبان کے خلاف فوری کارروائی کیے جانے کے اعلانات ہونے لگے، پھر خیبر ایجنسی، باڑہ، سوات اور ہنگو کے علاقوں میں سیکورٹی فورسز کی تعیناتی اور بعد ازاں آپریشن کی اطلاعات ملنے لگیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ حکومتی کارندے جن علاقوں میں امن وامان قائم ہونے کی نوید سناتے ہیں امریکی عہدیداروں کی آمد کا بگل بجتے ہی وہاں حالات خراب ہونے لگتے ہیں اور دہشت گردی کے واقعات کی خبریں آنے لگتی ہیں۔ یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ یہ کیسے سمجھدار دہشت گرد ہیں جو امریکی عہدیداروں کی آمد کی اطلاع ملتے ہی متحرک ہو جاتے ہیں، کیا یہ کرائے کے دہشت گرد ہیں جنھیں امریکی امداد سے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اور وہ حالات کی نوعیت کے مطابق حسب فرمائش کارروائیاں کر کے امن وامان کی بحالی کے لیے ہونے والی کوششوں کو سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ یہ تاثر اس لئے بھی یقین کی حد تک مستحکم ہو رہا ہے کہ حالیہ برسوں کا اگر خبری ریکارڈ جمع کیا جائے تو صورت حال وہی نظر آئے گی جو بیان کی جا رہی ہے۔

امریکی وفد ۳۰؍جون کو پاکستان پہنچا تھا لیکن اس عرصہ میں بطور پیش بندی کے جو کچھ ہوا اس کی وضاحت ان خبروں سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً ۲۷؍جون کی خبر کے مطابق سوات میں عسکریت پسندوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اسی روز کے اخبارات میں وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کا بیان شائع ہوا جس میں ارشاد فرمایا گیا۔ ''چند انتہا پسندوں کو اکثریت پر مرضی کا اسلام مسلط نہیں کرنے دیں گے۔ (نوائے وقت ۲۷؍جون) وزیر اعظم کا یہ بیان صدر پرویز مشرف کے ماضی میں دیئے گئے بیانات سے کتنا مختلف ہے وہ الفاظ سے واضح ہے۔ ۲۷؍جون کو ہی امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کا بیان بھی شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ پاک

افغان بارڈر پر پاکستان طالبان پر دباؤ ڈالنے میں ناکام رہاہے اور امریکہ کو اس پر تشویش ہے۔ ۲۸؍جون کو شائع ہونے والی خبروں میں دو بیانات شائع ہوئے تھے پہلی خبر میں بتایا گیا کہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے صدر پرویز مشرف سے ملاقات کی، صدر کا کہنا تھا کہ دہشت گردوں کی پوری قوت سے کچل دیا جائے جبکہ (آرمی چیف) جنرل کیانی کا کہنا تھا کہ فوج آپریشن کے بارے میں حکومت کے فیصلے پر عمل کرے گی۔ دوسری خبر کے مطابق وفاقی مشیر داخلہ رحمٰن ملک نے کہا کہ سوات سمیت قبائلی علاقوں میں آپریشن کیا جائے گا بلکہ ان علاقوں میں حالات کو کنٹرول کرنے کیلئے سویلین آپریشن کیا جائے گا اور دہشت گردوں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ اور ہر حال میں ان علاقوں میں حکومتی رٹ قائم کی جائیگی۔ (نوائے وقت ۲۸؍جون ۲۰۰۸ء)

اسی روز امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کا بیان بھی شائع ہوا، جس میں رابرٹ گیٹس نے مشرقی افغانستان میں طالبان کے حملوں میں اضافے کے حوالہ سے پاکستان پر الزام لگایا کہ وہ اپنی افغان سرحد پر شدت پسندوں کی سرگرمیاں روکنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ رابرٹ گیٹس کا کہنا تھا کہ طالبان سے مذاکرات کے باعث سیکورٹی فورسز کا مسلح گروپوں پر دباؤ کم ہو گیا ہے۔ (نوائے وقت ۲۸؍جون ۲۰۰۸ء)

۲۹؍جون کو وزیر دفاع چودھری احمد مختار اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے متضاد بیانات شائع ہوئے، خبر کے مطابق وزیر دفاع نے کہا کہ ہم نے دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے آرمی چیف کو مکمل اختیار دے دیا ہے جبکہ اس خبر میں وزیر اعظم کا بیان نقل ہوا کہ حکومت فوجی آپریشن پر یقین نہیں رکھتی۔ (نوائے وقت ۲۹؍جون ۲۰۰۸ء) اسی روز خبر شائع ہوئی جس میں امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کی ایک رپورٹ کی تفصیلات بیان کی گئیں، نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں یہ شوشہ چھوڑا کہ پشاور کے تاریخی شہر کے ارد گرد عسکریت پسندوں نے گھیرا تنگ کر دیا ہے اور بعض مقامات پر حکومتی عملداری کی جگہ اپنی رٹ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکام کو خدشہ ہے کہ شہر کے داخلی دروازوں سے طالبان کسی بھی وقت اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں عسکریت پسندوں کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں کو نیٹو افواج کی سپلائی کیلئے بھی خطرناک قرار دیا خصوصی طور پر خوراک اور اسلحہ جو کراچی سے افغانستان بذریعہ روڈ لے جایا جاتا ہے۔ (نوائے وقت ۲۹؍جون ۲۰۰۸ء)

پشاور شہر پر طالبان کے قبضہ کی خبریں اس منظم انداز میں پھیلائی گئیں اور مجموعی تأثر یہ دیا گیا کہ اب طالبان کے خلاف طاقت کا استعمال ناگزیر ہو چکا ہے۔ چنانچہ ۲۹؍جون کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ موجود تھی۔ کہ خیبر ایجنسی میں آپریشن شروع کر دیا گیا ہے، کرفیو کے نفاذ اور گولہ باری کے علاوہ گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اس آپریشن کو مزید مہلک بنانے کی تشہیر کی گئی، یہ آپریشن حقیقت میں ایک استقبالیہ پروگرام کے تحت شروع ہوا تھا۔ ۳۰؍جون کو امریکی کانگریس کا وفد اور امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر چار روزہ دورے پر پاکستان پہنچے تو ان کا منہ میٹھا کرانے اور آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے یہ خوش کن خبر موجود تھی کہ امریکی حکام پریشان نہ ہوں بلکہ مطمئن رہیں کہ پاکستانی حکومت دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرنے کے عزم پر حسب وعدہ پوری طرح عمل پیرا ہے۔

یکم جولائی ۲۰۰۸ء سے ۲۳؍جولائی تک کی خبریں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ آپریشن اور مذاکرات کا کھیل گزشتہ پانچ سالہ

دور کی طرح موجودہ دورِ حکومت میں بھی اسی تسلسل کے ساتھ جاری ہے، عوامی سطح پر یہ بات اب ایک تأثر کے دائرے سے نکل کر یقین کی حد میں داخل ہو چکی ہے کہ ہماری حکومت امریکی عہدیداروں کے سامنے سرخروئی حاصل کرنے اور اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کیلئے آپریشن جیسے اقدامات اٹھاتی ہے اور بعد ازاں بگڑے ہوئے معاملات کی درستی اور بھڑکی ہوئی آگ بجھانے کیلئے امن مذاکرات اور جرگوں کی بحالی کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ ہمارا یہ طرزِ عمل امریکیوں کیلئے بھی معمہ بنا ہوا ہے اور وہ جھنجھلا کر قبائلی علاقوں پر حملوں کی دھمکیوں پر اتر آتے ہیں، افغان صدر حامد کرزئی کے بیانات افغانستان کی دگرگوں صورت حال اور صدر کرزئی کی بے بسی کے عکاس ہیں، جبکہ پاکستان پر حملوں کی دھمکیاں دراصل ان ناکامیوں کا ردِ عمل ہیں جو نیٹو افواج اور افغان فوج کو مشترکہ طور پر طالبان کے ہاتھوں اٹھانا پڑ رہی ہیں، امریکی وزیرِ دفاع کے بقول افغانستان میں طالبان کی کارروائیوں میں ۴۰ فیصد اضافہ ہوا ہے چنانچہ طالبان کی مزاحمت کا سارا الزام پاکستان پر تھوپ کر خود نیٹو افواج اور افغان فورسز اپنی ہزیمت اور نااہلی کو چھپانا چاہتی ہیں۔ سابق سیکرٹری خارجہ تنویر احمد خاں کے بقول امریکہ یہ چاہتا ہے کہ افواج پاکستان طالبان کے خلاف کارروائی کر کے نیٹو افواج کا بوجھ ہلکا کر دیں کیونکہ جب حکومت پاکستان طالبان سے مذاکرات کر لیتی ہے تو پاکستانی علاقوں میں امن ہو جاتا ہے لیکن طالبان یکسو ہو کر امریکہ اور اس کی اتحادی افواج کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس یکسوئی کے تحت ہونے والی مزاحمت سے نیٹو افواج کو شدید نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں، حکومت پاکستان کیلئے کئی مشکلات ہیں یعنی اگر وہ طالبان کے خلاف کسی کارروائی سے انکار اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرتی ہے تو امریکہ بہادر کی ناراضی مول لینا پڑتی ہے اور اگر طالبان کے خلاف ایکشن لیا جاتا ہے تو ملک کے اندر امن و امان کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے ہمارے ماہر حکمت کاروں نے اب ایک ایسا نایاب طریقہ وضع کر لیا ہے کہ

باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

امریکی عہدیداروں کے علانیہ و غیر علانیہ دوروں اور ان کے روز بڑھتے ہوئے Do More کے مطالبات سے فی الحال جان چھڑانا ممکن نہیں ہے لہٰذا حکومت کی جانب سے مربوط حکمت عملی یہ طے پائی ہے کہ پہلے دہشت گردی کے واقعات میں اضافے کی خبروں پر مشتمل میڈیائی تشہیر سے کھیل آغاز کیا جائے پھر چار دن کی آپریشنل مہم اور اس دوران ہونے والی اٹھا پٹخ کو بھرپور کوریج دی جائے۔ ۲۰ مارے گئے، ۳۰ زخمی ہوئے اور ۶۰ گرفتار کرنے کی اطلاعات نشر کی جائیں۔ اس کے بعد کچھ دن کا سکوت اور پھر مذاکرات اور جرگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ امریکی عہدیدار تو پاکستان نہ جانے کب تک آتے رہیں گے لیکن جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ ہمارے ملکی و قومی مفاد کے سراسر خلاف ہے ان کی آمد سے پہلے اور واپسی کے بعد جیسے حالات رونما ہوتے ہیں انکا نتیجہ مختلف صورتوں میں صرف اور صرف پاکستان اور پاکستانی عوام کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ صورت حال ایسی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت کو فوری طور پر اس دوغلے طرزِ عمل سے نجات حاصل کرنا ہوگی اور ایک واضح حکمت عملی یا پالیسی اختیار کرتے ہوئے امریکی عہدیداروں کو دوٹوک الفاظ میں بتانا ہوگا کہ ہم ان کی خوشنودی کیلئے ملک و قوم کی سلامتی داؤ پر نہیں لگا سکتے۔